وجوہ شرف آدم

از

(جناب ڈاکٹر محمد احمد صاحب صدیقی لکچرر عربی وفارسی یونیورسٹی الہ آباد)

تمہید۔ "انسان اشرفِ مخلوقات ہے" یہ جملہ ایک کہاوت کے طور پر تو ضرور کبھی کبھی ہماری زبان پر آجاتا ہے مگر سچ پوچھئے تو انسان کے صحیح فضل وشرف کو ہم لوگ جانتے ہی نہیں خیر اس گروہ کا تو ذکر ہی چھوڑیے جس نے عجائب پرستی کے جوش میں سانپ۔ بلّی۔ دریا۔ پتھر۔ جانور کے سامنے سرِ عبودیت خم کرکے انسان کی ساری شرافت، ساری کرامت، ساری خودداری، ساری خود مختاری کو خاک میں ملادیا اور اس کی فطری سربلندیوں کو ذلت ورپستی، گندگی اور بے تہذیبی کی انتہائی گہرائیوں میں دفن کردیا اگر آپ پڑھے لکھے طبقہ کو بھی لے لیجئے تو آپ پائیے گا کہ وہ بھی انسان کے فضل وشرف کو بطریقِ احسن نہیں پہچانتا اور میں تو یہاں تک کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ خود قرآن پڑھنے اور سمجھنے والی جماعت کے اکثر افراد بھی اس کا پورا اور صحیح علم شاید نہیں رکھتے۔ بس چند روایات وحکایات جو عام طور پر مشہور اور زبان زد ہیں انھیں کو پورا یا ادھورا سن لیا ہے انھیں پر اپنے مذہبی عقیدے کی یا ذہنی واقفیت کی بنیاد اور عمارت کھڑی کرلی ہے۔

معاف کیجئے گا یہ میں نے کسی دوسرے کا نہیں خود اپنا ہی حال صاف صاف لکھ دیا ہے کبھی کبھی جو قرآن پاک کے تلاوت کے ساتھ تفاسیر کے رنگارنگ پھلواریوں کی سیر کی نوبت آگئی ہے تو باور کیجئے کہ قدم قدم پر اپنے جہل کا علم ہوا اور عجیب عجیب نادر معلومات (یہاں میں انھیں نادر ہی کہوں گا) نصیب وقت ہوئی ہیں بس پڑھتا اور لطف اندوز ہوتا تھا ایسے وقتوں میں کبھی کبھی دل کے کسی گوشہ سے [اور خدا کرے وہ ریا اور حبِّ جاہ کا گوشہ نہ رہا ہو] یہ آواز بھی آتی تھی کہ "تنہا خوری اچھی نہیں" "ان معلومات کو دوسروں تک بھی پہنچاؤ" غرض

ایسے ہی ایک بار مسلسل مطالعہ تفسیر کی برکت سے یہ مضمون تیار ہوا جسے اس وقت پیش کر رہا ہوں یعنی میں وہ تمام وجوہ بلحاظ اور (انشاء اللہ) صحیح تاریخی و تدریجی ترتیب سے بیان کرنا چاہتا ہوں جو حق تعالیٰ نے حضرت انسانِ اول ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام کی ذات کو عطا فرما کر دراصل پوری نوعِ انسانی کو مکرم و معزز اور دوسری تمام انواعِ مخلوقات کے مقابلہ میں اشرف و ممتاز بنا دیا مجھے قرآنِ پاک میں "تکریم بنی آدم" کے حسب ذیل سات وجوہ ملتے ہیں۔

(۱) تخلیقِ خصوصی و نفخ روحِ خاص۔

(۲) مسجودیتِ ملائکہ بارِ اول۔

(۳) عرضِ امانت و تمہیدِ خلافت۔

(۴) تعلیمِ اسمار و نصبِ خلافت۔

(۵) مسجودیتِ ملائکہ بارِ دوم۔

(۶) تلقینِ توبہ۔

(۷) میثاقِ الست۔

اب میں ہر ایک کے متعلق اپنی معلومات کی مختصر تفصیل مع دلائل پیش کرنا چاہتا ہوں۔

شرفِ اوّل۔ تخلیق و روح خصوصی

انسانی تخلیق کی آغاز کے بارہ میں تصورات کچھ نہ کچھ اہلِ عالم کے سامنے میں موجود ہیں چنانچہ

الف۔ سائنس والوں کی دریافت ہے کہ انسان کا مورثِ اعلیٰ بندر یا لنگور تھا اور بعض نے مینڈک کو یا کسی کیڑے کو انسان کی اصل قرار دی ہے۔

ب۔ بعض تو میں اس کی اصل شاید کسی تالاب کے کنول کو بتاتی ہیں۔

یہ اقوال چونکہ غیر انبیاء کے ہیں اس لئے نہ ان میں یہ صلاحیت ہے کہ اس مسئلہ کا صحیح حل بتا سکیں اور نہ یہ طبائع کی تسکین کر سکتی ہیں اور اگر معقولیت کے گلا گھونٹ دینے کا تہیا

نہیں کر لیا گیا ہے تو یاد رکھئے کہ ان سے تو سرے سے خدا، دین۔ اخلاق کی بلندی وغیرہ امور سب کھیل معلوم ہونے لگتے ہیں اور ان سب کی طرف سے بعد بلکہ ایک طرح کا انکار و عناد ذہنوں میں پرورش پانے لگتا ہے۔

ع شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

لیکن اگر اس کے متعلق انبیاء علیہم السلام کے واسطہ سے آپ معلومات حاصل کریں گے تو میں پورے وثوق اور دعوی کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ پھر کسی قسم کا شبہ بھی طبائع میں نہ پیدا ہوگا چنانچہ سنئے تخلیق کے آغاز کے متعلق خدائی تعلیمات یہ ہیں:۔

۱۔ قرآن پاک میں اس کا ذکر ان الفاظ میں ہے۔

(الف) إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ (حجر-۳)

میں ایک بشر (کے پتلے کو) بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں۔ (بیان القرآن ج ۶ ص ۲۵)

(ب) مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ

(اے ابلیس) جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں بنایا (یعنی جس کے ایجاد کی طرف خاص عنایت ربانیہ متوجہ ہوئی یہ تو اس کا شرف فی نفسہ ہے اور پھر اس کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم بھی دیا گیا ....) اس کو سجدہ کرنے سے تجھ کو کون چیز مانع ہوئی۔ (بیان القرآن ج ۱۰ ص ۱۴)

۲۔ توراۃ میں ہے:۔

وجبل الرب الالہ آدم ترابا من الارض و نفخ فی انفہ نسمۃ حیوۃ فصار آدم نفسا حیۃ
(توراۃ سفر تکوین۔ اصحاح دوم آیت ۷)

پروردگار معبود نے آدم کو زمین کی مٹی سے پیدا فرمایا اور ان کی ناک میں ایک خاص زندگی کی جان پھونکی تو آدم زندہ جان ہو گئے۔

۳۔ حدیث میں اس کا ذکر اس طرح آیا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ مِنْ قَبْضَۃٍ قَبَضَھَا مِنْ جمیع الارض فجاء بنو آدم علی قدر الارض منھم الاحمر والابیض والاسود وبین ذالک والسھل والحزن والخبیث والطیب (ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے ساری زمین سے تھوڑی تھوڑی کر کے ایک مٹھی مٹی لے کر اس سے آدم کو پیدا کیا اسی لئے آدمی زمین کی قسموں کی طرح مختلف قسم کے ہوتے کوئی سرخ، کوئی سپید، کوئی کالا، کوئی ان کے درمیان کوئی نرم مزاج کوئی سخت مزاج، کوئی گندا، کوئی ستھرا۔

۴۔ صاحب جلالین لکھتے ہیں:۔ (ص ۶۹۵ مجتبائی)

فخلق تعالیٰ آدم من ادیم الارض ... وعجنت بالمیاہ المختلفۃ وسواہ ونفخ فیہ الروح فصار حیوانا حسّاسًا بعد ان کان جمادًا

تو (فرشتوں کے دعوی کو مٹانے کے لئے) اللہ تعالیٰ نے آدم کو ادیم زمین یعنی سطح زمین سے (ہر طرح کی مٹی لے کر) اس طرح پیدا کیا کہ اس مٹی کو مختلف پانیوں میں سانا گیا اور پھر اس نے پتلا بنایا اور اس میں روح پھونکی تو اب وہ ایک حساس جان دار بن گئے حالانکہ پہلے جماد تھے۔

اوپر کی تمام عبارتوں کا خلاصہ ہوا کہ چوں کہ خدا آدم کو اپنا خلیفہ بنانا چاہتا تھا اس لئے اس نے انسان کو اپنے دونوں دستہائے قدرت یعنی پوری عنایت اور خاص اہتمام سے پیدا کیا اور مختلف مٹیوں اور مختلف پانیوں سے سان کر کیچڑ یا گارے کی شکل میں کچھ عرصہ تک رہنے دیا یہاں تک کہ وہ سڑ کر بدبو کرنے لگا پھر یا تو اسی سڑے گلے گیلے گارے سے پہلے انسان کا پتلا نہایت اعتدال اور بہترین سانچے میں بنالیا پھر اس پتلے کو سوکھنے کے لئے چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ خشک ہو کر ٹھیکرے کی طرح کھن کھن بجنے لگا اور یا اس سڑے اور گیلے گارے کو پہلے ہی سکھلا لیا اور جب وہ ٹھیکرے کی طرح بجنے لگا تب اس سے انسانی پتلا بنایا۔ [میرا خیال ہے کہ اس قادر مطلق کی قدرت عجیبہ کے لئے جس نے حوا کی تخلیق پسلی کی ٹھوس ہڈی سے کی یہی زیب دیتا ہے کہ اس نے سوکھے

گارے سے پتلا بنایا ہو جو کسی سے نہیں ہو سکتا۔ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ

بہر حال اب تک تو آدم مرتبہ جمادی میں تھے اس کے بعد اللہ نے اس پتلے کے اندر وہ قوی اور بہتر روح پھونکی جو دوسری مخلوقات سے یقیناً اسی طرح الگ اور ممتاز تھی جس طرح اس کا سانچہ "احسن تقویم" تھا اور یقیناً خلیفہ خداوندی کے لئے کنول کے پھول یا پانی کے مینڈک یا درختوں کے لنگور اور بندر کی پست روحیں کسی طرح موزوں بھی نہ تھیں۔ پس انسان سب سے الگ ایک مستقل نوع کی مخلوق ہے اگر اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق کی تخلیق اس عام اندازِ تخلیق سے نہیں کی جو اس نے آسمان و زمین جیسی عظیم و جسیم مخلوق کے لئے برتی کہ ایک لفظ "کن" کہا اور وہ بن گئیں بلکہ اس کی تخلیق میں کوئی ایسا ہی نیا اور خصوصی انداز اختیار کیا گیا جس کی تعبیر "خلقتُ بیدیّ" جیسی شاندار طرز بیان سے ہی ہو سکتی تھی تو یقیناً اسے شکل و صورت سے لے کر اخلاق و روحانیت کی بلندی، پاکیزگی اور صفائی تک میں بھی ان سب سے ممتاز ہونا چاہئے۔

مفسرِ حقانی رحؒ نے آیت "اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ" کی تفسیر میں چند جملے اس خلیفۂ الٰہی (آدم) کی تخلیق کے متعلق کتنے اچھے اور کتنے سچے لکھے ہیں جو ہمارے مضمون کے اس مقام کے لئے نہایت موزوں ہیں ذرا سنئے :۔

"یہ نظام عالم اس بات کا مقتضی تھا کہ اس میں ایک شخص ایسا بھی ہو جو تمام عالم کا مجموعہ بن کر اللہ تعالیٰ کی جمیع صفات کا مظہر اور اس کے جمال باکمال کا کامل آئینہ صافی ہو جائے پس وہ آدمؑ ہیں اسی لئے صحیح بخاری میں ایک حدیث آئی ہے کہ "اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ" اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا صورت سے مراد سیرت ہے .... (تین سطر بعد) ..... پس اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آدم میں ہر طرح کی قوت ودیعت رکھی ہے قوتِ ادراکیہ ۔ قوتِ غضبیہ ۔ قوتِ رحمانیہ اور ان قوی کی ترکیب اور ان کی اصلاح سے اس میں وہ صفات پیدا ہوئے کہ نہ آسمان و زمین کو حاصل ہیں نہ جن کو نہ فرشتہ کو ...... (۲ سطر بعد) ...... ملائکہ نے صرف قوت غضبیہ شہوانیہ پر نظر کر کے بارگاہ کبریائی میں عرض کیا تھا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا چونکہ اس مجموعہ خوبی و گلدستہ محبوبی کے اسرار

کی انھیں خبر نہ تھی جواب ملا کہ تم نہیں جانتے جو کچھ میں جانتا ہوں " حقانی ج ۶ ص ۱۱۰ و ۱۱۱

پس انسان جو صفاتِ خداوندی کا اعلیٰ ترین مظہر ہے دراصل اپنے مجموعۂ خوبی و گلدستۂ محبوبی ہونے ہی کی بدولت " عالمِ اصغر " کا درجہ رکھتا ہے کلاک ٹاور (گھنٹہ گھر) کو دیکھئے کہ نہایت نازک رسٹ واچ میں بھی وہ تمام پرزے موجود ہوتے ہیں جو گھنٹہ گھر میں ہوتے ہیں اور یہ اس کے صنّاع کی قدرت کی بہت بڑی علامت اور دلیل ہے کہ اس نے کمال کاریگری سے چھوٹی سی " کلائی گھڑی " میں تمام پرزے چھوٹے کر کے بنائے ایسا انسان جسے خلیفہ بنانے کی نیت ہی سے خاص اہتمام سے پیدا کیا گیا اور جو عالمِ اصغر ہے اس کی یہ کتنی بڑی اہانت و تذلیل ہے کہ اس کی اصل مینڈک گندی نالی کے کیڑے یا لنگور و بندر کو بتایا جائے انسان کا صحیح تعارف کراتے ہوئے ایک مصنّف نے کیا خوب بات لکھی ہے :-

" یہ نظریۂ ارتقا " آج یورپ کا مایۂ ناز نظریہ اور ایک معرکۃ الآرا مسئلہ بنا ہوا ہے اور انھوں نے اس نادر انکشاف کے بل پر اہلِ مذہب کی تحقیر کے ساتھ ان کو تحدی بھی کر دی ہے لیکن ادنیٰ تامل سے نفسیاتی طور پر بھی اس نظریہ کا غلط ہونا معلوم ہو جاتا ہے جب انسان کو یہ باور کرا دیا جائے کہ وہ اپنی اصل میں ان ذلیل حیوانات کا ہم جنس ہے اور بس تو پھر کیوں وہ اپنے کو ذلیل حیوانات کے مقابلہ میں برتر سمجھے گا اور کیوں وہ اخلاق و سیرت کی پاکیزگی انسانی مطمحِ نظر کی رفعت کا تخیل و تصور کر سکے گا ؟ پھر تو وہ ذلیل حیوانیت

([illegible])

یہ تھی آدم و بنی آدم کے شرف و تکریم کی پہلی وجہ جسے ذرا تفصیل سے اس لئے لکھ دیا گیا ہے کہ اذہان اگر اپنی حقیقتِ رفیعہ اور اپنی اصلیتِ عالیہ سے ممتاز و واقف نہوں گے تو نہ خود اپنی قدر کر سکیں گے نہ خدا کی قدر پہچان سکیں گے اور پھر اس کی بھی امید نہیں کہ وہ اپنے شرف و تکریم کی دوسرے وجوہ کو بھی صحیح طور پر سمجھ سکیں گے ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

شرفِ دوم ۔ مسجودیتِ ملائکہ بار اول

خدا تعالیٰ نے جب اپنے خلیفہ انسانِ اول ابو البشر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا

فرمانا چاہا تھا تو پہلے ہی سے اس وقت کی موجودہ مخلوق ملائکہ وجن کو اس ارادہ کی اطلاع بھی دے دی تھی کہ

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (بقرہ - ۴)

ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب (اور اپنے احکام شرعیہ کے اجرا و نفاذ کی خدمت اس کے سپرد کردوں گا) بیان القرآن ج ۱ صـ۱۸

مقصد اللہ تعالیٰ کا یہ تھا کہ اب تک کی تمام مخلوقات تو عام درجہ کی مخلوق تھیں مگر اب میں ایک خاص مخلوق پیدا کرنے والا ہوں جو مخلوق بھی ہوگا مگر خالق کا نائب بھی ہوگا وہ گو بندہ بھی ہوگا مگر ساری مخلوقات پر افسر اور متصرف بھی ہوگا وہ خدا تو نہ ہوگا مگر میری بخشی ہوئی صلاحیتوں سے سب پر حکومت کرے گا وہ رہے گا بشر تو گو باشر بھی ہوگا لیکن بے شر بھی ثابت ہوگا اور یہ سب میری عطا کی ہوئی صلاحیتوں اور پیدا کی ہوئی صنعتوں کی وجہ سے ہوگا اس لئے ضروری ہے کہ اس کی پیدائش کے موقع پر بھی مخلوقات کی دو اہم انواع یعنی ملائکہ اور جن کو تمام کائنات کا نمایندہ مان کر اس کی کوئی خاص تعظیم و تکریم کرادی جائے اور پھر اعطائے خلافت کے وقت بھی اس کی تکریم کرادی جائے گی اس لئے یہ حکم نافذ کیا گیا کہ

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (حجر - ۳)

سو جب اس کو (یعنی اس کے اعضائے جسمانیہ کو) پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی (طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا۔ (بیان القرآن ج ۶ صـ۲۶)

چنانچہ جیسے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص کاریگری اور خاص اندازِ تخلیق سے آدم کا پتلا بنایا اور اس کے اندر زیادہ طاقت والی اور خاص صلاحیتوں والی روح پھونکی تو حسب حکم دونوں جماعتوں نے سجدہ کیا البتہ جنوں میں سے صرف ابلیس عزازیل نے غرور میں آکر سجدہ سے انکار کردیا یہاں دو باتیں ناظرین کے دل میں بے چینی پیدا کررہی ہوں گی۔

(الف) جنوں کو حکم سجدہ تھا یا نہیں تو اس کے متعلق تفسیر بیضاوی (طبع نظامی دہلی) صفحہ ۶۲ پر مختلف اقوال کے ساتھ جو ایک قول یہ ہے اسے غور سے مطالعہ کیجئے:۔

او الجن ایضا کانوا مامورین مع الملائکۃ لکنہ استغنی بذکر الملائکۃ عن ذکرھم فانہ اذا علم ان الاکابر مامورون بالتذلل لاحد والتوسل بہ علم ان الاصاغر ایضا مامورون بہ انتھی

یا جن بھی فرشتوں کے ساتھ حکم سجدہ میں شامل تھے لیکن فرشتوں کا نام لے دینے کے بعد جنوں کا نام لینے کی ضرورت اس لئے نہیں سمجھی گئی کہ جب یہ سنا دیا گیا کہ بڑے بڑوں کو کسی کے سامنے غلامی کا اقرار کرنے اور اس کو وسیلہ قرب بنانے کا حکم دیا گیا ہے تو یہ بھی از خود سمجھ میں آگیا کہ چھوٹے درجہ کے لوگوں کو بھی سجدہ کا حکم ہے۔

(ب) "غیر خالق کو سجدہ درست ہے یا نہیں" تو اس کے بارے میں بیضاوی ہی میں صفحہ ۶۳ پر یہ سنئے:۔

والمامور بہ اما المعنی الشرعی فالمسجود لہ فی الحقیقۃ ھو اللہ وجعل آدم قبلۃ سجودھم تفخیما لشانہ ..... واما المعنی اللغوی وھو التواضع لآدم تحیۃ وتعظیما لہ کسجود اخوۃ یوسف لہ"... انتھی

جس سجدہ کا حکم تھا وہ یا تو شرعی سجدہ (تعبدی) تھا اس صورت میں فی الحقیقت سجدہ اللہ تعالیٰ کو تھا اور آدم کو ملائکہ کے سجدہ کا محض قبلہ اور رخ بنایا گیا تھا تاکہ ان کی شان بڑی معلوم ہو..... اور یا سجدہ سے مراد صرف سجدہ لغوی ہے یعنی (سجدہ تحیت اور) آدم کے سامنے جھک جانا ان کو سلامی دینے اور ان کی عظمت کرنے کے لئے جیسے برادران یوسف نے یوسف کو سلامی دی تھی۔

پس دو بڑی مخلوق کو اس کے سامنے تعظیم میں جھکوا کر گویا ساری مخلوقات کو جھکا دیا اور بتا دیا کہ تم سب کا درجہ اس سے کم ہے۔ اور یہ تم سب کا جامع ہے۔ یہ شرف اعطائے خلافت

نہ تھا صرف اس کی خبر دینے کے لئے تھا کہ اس کو ہم تمہارا حاکم بنائیں گے لیکن چوں کہ اس وقت پیدا ہوا ہے اس لئے اس وقت بھی تم اس کی سلامی دے دو۔ یہ دوسرا شرف تھا جو حق تعالیٰ نے آدم و بنی آدم کو دیا۔

شرفِ سوم۔ عرضِ امانت و تمہیدِ خلافت

ادبیات اردو و فارسی سے واقف شخص شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے بلبل شیراز کا یہ غیر فانی زمزمہ نہ سنا ہو ؎

آسمان بارِ امانت نتوانست کشید قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کبھی ہم نے شاعری یا افراطِ عقیدتمندی سے الگ ہو کر اس امانت کی حقیقت بھی سمجھنے کی کوشش کی ہے؟ آئیے میں اپنے علم و مطالعہ کا نچوڑ اس وقت آپ کے سامنے پیش کروں۔ یہ لفظ قرآنِ پاک کی سورۂ احزاب میں اس طرح آیا ہے:۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ (احزاب ۹)	ہم نے اس امانت کو (پہلے تو) آسمانوں اور زمین کے اور پہاڑ کے سامنے بھی پیش کیا (کہ لو تم اس کو قبول اور اس کے حق کو ادا کرو) تو ان سب نے اس بھاری بوجھ کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان تھا کہ جھٹ پٹ اس نے (اس بارِ امانت) کو اٹھا لیا۔

اس امانت کے متعلق تفاسیر میں یہ ہے:۔

۱۔ موضح القرآن شاہ عبدالقادر میں ہے " امانت سے بعضوں نے اشارہ نماز، روزہ حج اور زکوٰۃ کا کیا ہے اور بعضے کچھ اور سمجھے ہیں ص ۲۷۲

۲۔ ابن کثیر ج ۳ ص ۵۲۲ میں اس کی شرح سے متعلق بہت سے اقوال ہیں اس میں جہاں ایک قول یہ ہے کہ:۔

مالک عن زید بن اسلم قال الامانۃ ثلاثۃ الصلوٰۃ والصوم والاغتسال من الجنابۃ ۔ زید بن اسلم سے مالک نے یہ شرح نقل کی ہے کہ امانت سے مراد تین چیزیں ہیں نماز روزہ اور ناپاکی کے بعد غسل ۔

وہیں حسب ذیل دو اقوال بھی لکھے ہیں :۔

(الف) "اِنَّ الامانۃ ھی الفرائض" یعنی امانت سے مراد جملہ فرائض خداوندی ہیں اور یہ قول مجاہد ۔ سعید ۔ ضحاک ۔ حسن بصری کا ہے لیکن میرے نزدیک سب سے زیادہ جامع قول حضرت قتادہ کا ہے جو یہ فرماتے ہیں " الامانۃ الدین والفرائض والحدود " یعنی امانت سے مراد تمام ہی دین ہے جو جملہ فرائض و حدود کو شامل ہے ۔

۳ ۔ بیان القرآن از مفسر تھانویؒ ج ۹ صفحہ میں ہے " ہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو بمنزلہ امانت کے ہیں آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی (... بصورت ماننے کے اس پر انعام و اکرام اور بصورت نہ ماننے کے اس پر تعذیب و ایلام ...... پیش کر کے ان کو لینے نہ لینے کا اختیار دیا ......) اور (جب ان سموات و ارض و جبال کے بعد انسان کو پیدا کر کے اس سے یہی بات پوچھی گئی تو انسان نے بوجہ اس کے کہ علم الٰہی میں اس کا خلیفہ ہونا مقرر تھا) اس کو اپنے ذمہ لے لیا (غالباً اس وقت تک اس میں بھی اتنا ہی ضرورت کے قدر شعور ہو گا اور غالباً یہ پیش کرنا اخذ میثاق سے مقدم ہے ۔ اور وہ میثاق اس حمل کی فرع ہے ۔

پھر نیچے فوائد کے تحت میں لکھتے ہیں " احکام کو امانت سے تشبیہ دینا بنا بر وجوب اور اس کے حقوق کے ہے اور تعذیب و رحمت کا انجام حمل ہونا بواسطہ اضاعت و اطاعت کے ہے اور اس آیت کی جو تفسیر اختیار کی گئی ہے اس پر کلام حقیقت پر محمول ہو کر بھی تمام اشکالات نقلیہ و عقلیہ سے بفضلہ تعالیٰ محفوظ ہے وللہ الحمد "

۴ ۔ جلالین میں بھی مراد امانت سے نمازیں ہیں ۔

۵ ۔ جامع البیان میں اس سے طاعت و فرائض مراد ہیں ۔

۶۔ عبداللہ یوسف علی نے اس سے مراد ٹرسٹ (Trust) لیا ہے جس کا مفہوم ہے ایسا کام جو اعتماد اور وثوق کی بناء پر کسی کے سپرد کیا جائے۔

۷۔ مفسر حقانی نے ج ۶ ص ۱۰۹ پر ترجمہ میں تو امانت ہی کا لفظ رکھا ہے۔ لیکن تفسیر میں کئی اقوال لکھ کر اپنی رائے یہ لکھی ہے "۔۔۔۔ وہ امانت یہی دردِ دل ہے" [اس سے میرے خیال میں اسلام کا درجہ احسان مراد ہے)

۸۔ مسندِ امام اعظم کی شرح از ملا علی قاری میں ص ۲۰۹ پر حدیث ع ۳۹۱ کے ذیل میں حضرت ابوذر کی ایک حدیثِ مرفوع لکھی ہے "الامرۃ امانۃ" حکومت (سلطنت و امارت) بھی ایک امانت ہے۔

پھر لکھتے ہیں:-

قال الشارح لعل هذا هو المعنى لقوله تعالى انا عرضنا الامانة الآية ويؤيده قوله عليه الصلوة والسلام كلكم راع الحديث

شارح کہتے ہیں کہ شاید آیت اِنا عرضنا الامانۃ میں امانت کے یہی معنی ہوں اور اس کی تائید حضور کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا "تم میں سے ہر ایک راعی اور بادشاہ ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت (بیوی۔ اولاد۔ نوکر) کے بارہ میں بازپرس ہو گی۔"

اوپر کی عبارتیں منشائے خداوندی سمجھا دینے کے لئے کافی ہیں اور ان مفسرین کرام نے جہاں اپنی طرف سے بھی تشریح فرمائی ہے وہ بھی نہایت خوب و صحیح ہے اور امام اعظمؒ کی حدیث نے تو حکومت کو امانۃ کہا یا اس کے مفہوم میں داخل بتایا ہے۔

تحدیث بالنعمۃ کے طور پر یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اس حقیر نے امانت کی تفسیر اور شرح خود قرآن پاک ہی سے نکالی ہے کہ "القرآن یفسر بعضہ بعضا" مشہور اور صحیح مقولہ ہے فی الواقع قرآن کے ہر لفظ ہر عقیدہ ہر حکم کی تفسیر خود قرآن ہی میں، دوسری جگہ ضرور موجود

ہوتی ہے یہ دوسری بات ہے کہ ہماری کم نگاہی اور قرآن سے کم تعلق ہم کو نہ معلوم ہونے دے "نُصَرِّفُ الْآیَاتِ" کی ایک توجیہ یہ بھی ہے سورۃ نساء رکوع ۸ میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں:-

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا (اے اہلِ حکومت ....) بے شک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق (جو تمہارے ذمہ ہیں) پہنچا دیا کرو (بیان القرآن ج ۲ صفحہ ۱۲۶)

دیکھئے یہاں امانت ہی کا لفظ بولا گیا ہے اور حقوق کے لئے بولا گیا ہے اور حقوق تین قسم کے ہیں۔ حق النفس، حق اللہ، حق العباد، انھیں کے ادا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور اوپر جو مفسرین کے اقوال نماز۔ فرائض۔ حکومت۔ اطاعت۔ حدود وغیرہ آئے ہیں وہ انھیں کی تعبیرات ہیں۔

اب علماء کے اقوال سے تابعین و صحابہ کے اقوال سے حدیث نبوی سے بلکہ خود قرآن سے یہ معلوم اور متعین ہو گیا کہ امانت سے مراد حقوق مختلفہ کا علم صحیح۔ ان کے ادا کرنے کا سلیقہ و طریقہ ارادہ اور حوصلہ آدم اور صرف آدم ہی کو دیا گیا۔ اس کی صلاحیت نہ پہاڑ اور آسمان و زمین جیسی عظیم و جسیم مخلوقات میں تھی اور نہ ملائکہ جیسی مقدس مخلوق میں۔ و کفی بہ فخراً

شرفِ چہارم۔ تعلیمِ اسماء و نصبِ خلافت

تمہید۔ عرض امانت کے تحت میں مفسر تھانوی کا یہ جملہ غالباً ذہنوں میں محفوظ ہو گا کہ "غالباً اس وقت تک اس (انسان) میں اتنا ہی ضرورت کے بقدر شعور ہو گا" اس کا مطلب یہ ہے کہ امانت تو اس وقت ادا ہو سکتی ہے جب اس کا صحیح علم اور اس کے وسائل جمع ہوں آدم نے ذمہ داری تو ادائے امانت کی اپنے سر لے لی مگر نہ انھیں اس کی خبر تھی کہ اس خدمتِ عظیم کے لئے میدان کہاں اور مادہ کون ہے یہ نہ معلوم تھا کہ اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے آلات و وسائل کیا ہیں ایسی صورت میں عقل کی بات تو یہی تھی کہ زمین آسمان پہاڑ کی طرح آدم بھی اس کی ذمہ داری لینے سے انکار کر دیتے اور مُڑ جاتے مگر وہ بقول

مفسر حقانی مختلف قویٰ اور ان کی ترکیب و تدبیر سے ایک خاص مزاج کے مالک بھی تھے جسے "چاشنیٔ عشق و محبت" کہنا چاہئے بس اسی کے باعث وہ چپ نہ رہ سکے وہ جوشِ عشق میں اسے برداشت نہ کر سکے کہ حاکمِ حقیقی جو محبوب بھی ہے وہ ایک امتحانِ وفا اور آزمائشِ محبت کے لئے ایک چیز پیش کرے اور دوسروں کی طرح میں بھی چپ رہوں یا انکار کر دوں رقیب اگر "اتینا طائعین" کے بعد بھی عین موقع پر جھجک ظاہر کر رہے ہیں تو کریں اگر کوئی دوسرا مردِ میدان بن کر نہیں نکلتا تو نہ سہی مگر میں کیوں چپ رہوں چنانچہ باوجود جسم میں صغیر ہونے اور وسائل و آلاتِ یا علوم کے نہ ہونے کے خود آگے بڑھے اور پکار اٹھے ؎

چو بعد خاک شدن یا زیاں بود یا سود ۔ بہ نقد خاک شوم بنگرم چہ خواہد بود

اسی مضمون میں میرے ایک دوست کا شعر ہے جو میرے خیال میں بہت بلند شعر ہے ؎

ڈر گئے ارض و سما بارِ امانت سے مگر ۔ مجھ سے دیکھا نہ گیا "حکم" کا رسوا ہونا

یہ چیز عقل کے نزدیک ظلم و جہل سہی مگر مزاجِ عشق کو انجام بینی سے کچھ بیر سا ہے وہ بعض وقت حسن و جمال کی برہمی اور سیاست معلوم کرنے کے بعد بھی مزاجِ حسن کے کچھ مخفی اشارات پا جاتا ہے اور اس کے مقتضا پر عمل کرنے کے لئے "ناکردنی" کام بھی کر گذرتا ہے میدانِ وفا سے بیٹھ پھیرنا اس کی ملت میں کفر ہے اس زبانِ محبوب سے ظلوم و جہول وغیرہ کے لذیذ طعنے سننے ہی میں کچھ مزا آتا ہے ؎

بے دھڑک کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق ۔ عقل تھی محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

اس لئے یہ ذمہ داری آدم علیہ السلام نے بے سوچے سمجھے اپنے سر لے لی۔ پھر اس عاشق دیوانہ کی ذرا سر بلندی اور اکرام بھی دیکھئے :-

جب آدمؑ نے اس بارِ عظیم کے اٹھانے کی ہمت کر ڈالی اور امتحانِ وفا میں پورے اترے تو قدرتِ حق نے انھیں امانت یا خلافت کے انصرام کے لئے ضروری تعلیم کا نصاب پڑھانا شروع فرمایا۔ بلا نیتِ تشبیہ جس طرح سول سروس کے مناصب پر کوئی شخص اس وقت تک نہیں

بھیجا جاتا جب تک وہ اس کا کورس نہ پڑھ لئے اور اس میں امتحان نہ ہو اور وہ اس میں کامیاب نہ ہو اسی طرح آدمؑ کو بھی "تعلیم اسمار" کا نصاب جو حق تعالیٰ نے مرتب فرمایا تھا سب پڑھایا اور پھر ساری کائنات کے سامنے اس میں ان کا امتحان بھی لیا گیا جس میں وہ کامیاب ہوئے اس پر ان کو فراغِ تحصیل کی سند عطا کی گئی اور دستارِ فضیلت ان کے سر باندھی گئی نصب خلافت اور سلامی کی رسمیں ادا کی گئیں شرفِ آدم کی چوتھی وجہ اور پانچویں اسی اجمال کی تفصیلات ہیں۔

چونکہ آدمؑ کو ساری کائنات پر خلافتِ ربانی عطا ہونی تھی اس لئے سچ پوچھیے تو اس کے بڑے زبردست نصاب کے پڑھنے اور ان پر عبور حاصل کرنے کی ضرورت تھی یہ کام مشکل اور دیر طلب ضرور تھا مگر حق تعالیٰ کو سب آسان تھا حق تعالیٰ نے آدمؑ کو تمام چیزوں کی شکل و صورت دکھائی اور ان کے قلب میں ان کے نام ان کے خواص القا ور اسخ کرنے شروع کئے۔ باقی آئندہ

تفسیر مظہری

علمار طلبا اور عربی مدرسوں کے لئے شاندار تحفہ

مختلف خصوصیتوں کے لحاظ سے "تفسیرِ مظہری" تفسیر کی تمام کتابوں میں بہترین سمجھی گئی ہے بلکہ بعض حیثیتوں سے اپنی مثال نہیں رکھتی۔ یہ حقیقت ہے کہ اس عظیم الشان تفسیر کے بعد کسی تفسیر کی ضرورت نہیں رہتی۔ امام وقت قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا یہ عجیب و غریب نمونہ ہے۔

اس بے مثال کتاب کا پورے ملک میں ایک قلمی نسخہ بھی دستیاب ہونا دشوار تھا۔ شکر ہے کہ برسوں کی جدوجہد کے بعد آج ہم اس لائق ہیں کہ اس متبرک کتاب کے شایع ہونے کا اعلان کر سکیں تقریباً تمام جلدیں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

ہدیہ غیر مجلد:۔ جلد اول ستّا روپے۔ جلد ثانی ستّا روپے۔ جلد ثالث آٹھ روپے۔ جلد رابع پانچ روپے۔ جلد خامس ستّا روپے۔ جلد سادس آٹھ روپے۔ جلد سابع آٹھ روپے۔ جلد ثامن آٹھ روپے۔ جلد تاسع پانچ روپے۔ جلد عاشر پانچ روپے

ہدیہ کامل دس جلد اڑسٹھ روپے۔ رعایتی سانٹھ روپے۔